AL-'MUSLIM https://almuslim.pk/about-the-journal

(July-Dec 2024), 1:1(61-78)

اسلامی اور مسیحی نقلِ روایت کا اجمالی تقابلی مطالعہ

Transmission of Traditional Reports in Christianity and Islam: A Comparative Study

***Muhammad Zaki**

MD, Islamic Studies, Research and Arts Academy, Islamabad

Keywords:
Islam, Christianity, principles of narration, preservation, truth and honesty

Muhammad Zaki, (2024). A brief comparative study of Islamic and Christian tradition Al-'Muslim Research Journal of Social Sciences 1(1)

Abstract: ***Islam and Christianity have both played significant roles in shaping the beliefs and practices of their followers. In Islam, the teachings of the Quran and Hadith have been meticulously preserved by the Prophet Muhammad, his companions, and subsequent scholars. Their dedication to preserving the authenticity of these texts has laid the foundation for new sciences and arts based on truth and honesty. As a result, the Muslim Ummah today agrees on the original form of the Quran and Hadith. Non-Muslim scholars may have objections, but these objections are not widely accepted by those who value truth and impartiality. On the other hand, Christianity's preservation of narrations regarding Jesus, peace be upon him, is not as clear-cut. The sayings and actions of Jesus were not recorded contemporaneously, leading to discrepancies and contradictions in later oral traditions. Historians have been left to ponder whether the historical existence of Jesus was accurately the integrity of their teachings for future generations. Ultimately, the efforts of those who strive for truth and honesty in preserving religious teachings are essential in maintaining the authenticity and relevance of these beliefs in today's world portrayed or if it was embellished by storytellers over time. This contrast highlights the importance of preserving and critically analyzing religious texts to ensure.***

1. Corresponding author: muhammadzakikazi@outlook.com

Content from this work is copyrighted by *Al-'Muslim Journal of Social Sciences*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

دنیا میں موجود تمام سماوی مذاہب کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات نازل کی گئی ہیں اور یہی وہ ہدایات ہیں جن کہ بنیاد پر یہ ادیان قائم ہیں۔ چونکہ یہ ہدایات اللہ کی طرف سے مبعوث کیے گئے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے سے بھیجی گئی ہیں، اس لیے ان انبیاء کے اقوال و افعال [1] ان ادیان کے لیے بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں اور ان اقوال و افعال کا تحفظ اور ان کو تحریف و تبدل سے پاک رکھنا ان ادیان کے وجود و بقا کی ضمانت ہے۔ لہٰذا ان کی تدوین و حفاظت ان مذاہب کے لیے ایک بڑا چیلنج رہی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ واضح ہے کہ اسلام ہی دینِ حق ہے اور اسلامی شریعت آخری شریعت ہے۔ اسلامی مجموعہ ہدایت قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث کی صورت میں موجود ہے۔ اس نے رہتی دنیا تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کرنی ہے۔ چنانچہ اس مجموعہ ہدایت کا تحریف اور ضیاع سے محفوظ رہنا بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے امت نے اس کو محفوظ رکھنے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی بلکہ قرآن و حدیث کی بدون تحریف نسل در نسل منتقلی اور حفاظت کے لیے ایسے ایسے علوم متعارف کروا دیے کہ جن کی مثال تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔

مستشرقین نے یہ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ اسلام کوئی اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ تاریخ کی ایک شخصیت محمد (ﷺ) کا اپنا بنایا ہوا مذہب ہے۔ نیز ان کا یہ اعتراض بھی موجود ہے کہ جیسے باقی تمام ادیان وقت کے گزرنے کے ساتھ تخریب کا شکار ہو گئے، اسی طرح قرآن و حدیث بھی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہیں۔ ان میں ایسی لوگ بھی موجود ہیں جن کا موقف ہے کہ جس طرح تورات، زبور، انجیل اور دیگر مذاہب کی کتابیں ان کے بانیوں کے ہاتھوں لکھی گئیں ہیں اسی طرح قرآن بھی محمد ﷺ کی ہی تصنیف ہے اور جس طرح دیگر مذاہب کے انبیاء کے اقوال و افعال اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں رہے اور ان مذاہب کے پیشواؤں نے اپنے انبیاء کے بارے میں طرح طرح کی مبالغہ آمیز اور غیر اخلاقی باتیں اور عقل سے ماوراء قصے کہانیاں گھڑ لی ہیں اسی طرح مسلمانوں نے بھی اپنے نبی کے اقوال و افعال کو تدوین کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے اور جو احادیث کا ذخیرہ موجود ہے وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

1- اسلام میں اس کے لیے حدیث کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر محمود الطحان نے تیسیر مصطلح الحدیث میں حدیث کی تعریف یوں کی ہے۔ ما أضيف الى النبيﷺ من قول أو فعل أو تقرير أو صفة۔
محمود الطحان، **تیسیر مصطلح الحدیث** (کراچی- پاکستان: مکتبۃ البشریٰ، ۲۰۱۲ء)، ۱۳۔

جبکہ دوسری طرف اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام ایک خاص وقت اور ایک خاص جگہ کے لیے بھیجے گئے تھے۔ جب ان کی قوم نے ان کی تعلیمات کو بھلا دیا اور ان میں تحریف کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ایک نئے نبی کے ذریعے ان لوگوں کی اصلاح کی اور ان کو دوبارہ سے صحیح تعلیمات سے روشناس کروایا۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔[2]

تو بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کی وجہ سے ہلاکت ہے اور ان کے لئے ان کی کمائی کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے۔

اسلام کے نقطہ نظر کے برعکس ان مذاہب کے سکالرز یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی الہامی کتابیں اور ان کے انبیاء کے اقوال وافعال جو آج ہم تک پہنچے ہیں قابلِ اعتماد ہیں اور ان میں تحریف نہیں ہوئی۔ جہاں ممکنہ تحریف اور تبدل کے آثار نظر آتے ہیں ان کی تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

زیرِ نظر مضمون میں ہم عیسائیوں کے ہاں انجیل کے نقل کے اصول بیان کریں گے اور احادیث نبوی ﷺ کی تدوین اور نقل کے اصولوں سے ان کا موازنہ کریں گے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن مغربی مفکرین اور مستشرقین اسلام پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ، اسلامی قوانین، فقہی مسائل، قرآن کریم کے علاوہ ذخیرہ احادیث بھی ان کے اعتراضات کی زد میں آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سکالرز مسلمانوں کے وضع کیے گئے اصولِ نقلِ حدیث اور دیگر مذاہب کے ہاں موجود اصولوں میں فرق نہیں کرتے اور ان کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بعض اوقات کم علمی کی وجہ سے ہمارے کچھ مسلمان بھائی بھی ان کے اس موقف سے متاثر ہو جاتے ہیں اور حدیث کی حجیت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

احادیث کی حفاظت کا جیسا انتظام علمائے اسلام نے کیا ہے اس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ حدیث کو نقل کرنے کے لیے انتہائی سخت قواعد وضوابط مرتب کیے گئے ہیں بلکہ اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ اگر اسلام کے اصولِ نقلِ روایت پر کسی بھی اور متن کو پرکھا جائے تو وہ صحیح ثابت نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا دیگر

2۔ القرآن: ۲/۷۹۔

مذاہب پر اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے اور ان مذاہب کو ماننے والوں کو حق کی دعوت دینے کے لیے یہ بہت اہم دلیل ہے۔اسے ہر اس شخص کو سمجھنا چاہیے جس کا واسطہ کسی بھی غیر مسلم برادری سے رہتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن و حدیث اور دیگر الہامی کتابوں کے فرق کو واضح کیا جائے اور بتایا جائے کہ اسلامی روایات اور موجودہ الہامی کتابوں میں بنیادی فرق کیا ہے؟ احادیثِ نبوی ﷺ کا دیگر مذاہب کی تحریروں کے ساتھ صحیح طور پر موازنہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں نقول اور کرنے کے اصول وضوابط کا تقابلی مطالعہ کیا جائے۔اس مقالہ میں حدیث نبوی ﷺ کی جمع وتدوین کے اصولوں کا انجیل کی جمع وتدوین کے اصولوں کے ساتھ موازنہ وتقابل اور ان دونوں کے درمیان فرق کا تجزیہ کیا جائے گا۔

عہدِ نبوی میں تدوینِ قرآن وحدیث

قرآن کریم اور حدیث نبوی وحی کی دو مختلف اقسام ہیں۔قرآن کو وحی متلو کہا جاتا ہے جبکہ حدیث کو وحی غیر متلو۔عہد نبوی میں ان دونوں ہی کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔قرآن کریم چونکہ ایک ہی بار مکمل نازل نہیں ہوا بلکہ یہ تئیس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا۔کبھی ایک سورت نازل ہوتی تو کبھی سورت کا کچھ حصہ ۔کبھی ایک آیت اور کبھی چند آیات۔اس لیے یہ عقلاً اور عملاً ممکن ہی نہ تھا کہ قرآن کو حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ایک کتابی شکل دے دی جاتی حالانکہ ابھی قرآن کا نزول جاری تھا۔اگرچہ اہلِ عرب کا حافظہ نہایت قوی تھا۔سینکڑوں ابیات کو زبانی یاد کرنا اور شجرہ ہائے نسب کو اپنے سینوں میں محفوظ کرنا ان کے لیے معمولی بات تھی۔لہٰذا قرآن کریم کو بھی سینوں میں محفوظ کیا گیا۔اسی بات کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ[3]

اور میں تم پر ایک ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی دھو نہیں سکے گا۔

ہم جانتے ہیں کہ دیگر آسمانی کتابوں کو گردشِ زمانہ نے صفحہ ہستی سے محو کر دیا۔تورات کو ایک سے زیادہ مرتبہ جلا کر ختم کر دیا گیا۔جن زبانوں میں یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں وہ زبانیں ہی باقی نہ رہیں۔لیکن قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی زبان ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود بھی اب تک نہ صرف محفوظ ہے بلکہ کئی ایک ملکوں میں بولی جانے والی زبان ہے۔درج بالا روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ

3 ۔ مسلم بن حجاج قشیری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمها واهلها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنۃ واهل النار (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ۲۰۱۵)، رقم: ۲۸۶۵۔

قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ اس کو سینہ بہ سینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے اور یہ اللہ ہی کے اذن سے ہے کہ کلام کو سینوں میں محفوظ کرنا آسان بنادیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ [4]

بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔

اگرچہ قرآن کریم کی حفاظت کی سند کے لیے یہی کافی تھا کہ یہ ہم تک سینہ در سینہ متواتر پہنچا ہے۔ ہر دور میں اتنے حفاظ ہوئے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔ جیسے ہی کوئی آیت نازل ہوتی نبی کریم ﷺ کسی لکھنے والے کو بلا کر اس کو لکھوا لیتے تھے اور اس کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ لکھوانے کے بعد اسے سنتے بھی تھے۔ اگر کوئی غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح فرماتے اور پھر فرماتے کہ اس کو فلاں سورت سے پہلے اور فلاں کے بعد، اور آیت کو فلاں سورت کی فلاں آیت کے بعد رکھنا ہے۔ اس طرح قرآن کریم کا جو جو حصّہ نازل ہوتا گیا وہ مرتب ہوتا گیا۔ اس کتابت کے بارے میں سیدنا زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

> قرآن کی جو آیات نازل ہوتیں آپ ﷺ مجھے لکھوادیتے۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کو سناتا، اگر اصلاح کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ اصلاح فرمادیتے۔ پھر اس کے بعد اس لکھے ہوئے کو میں لوگوں کے سامنے لاتا۔ جو کچھ بھی لکھا جاتا وہ آپ ﷺ کے گھر میں رکھ دیا جاتا تھا۔ اس دور میں قرآن کاغذوں پر لکھا جاتا اور نہ ہی باقاعدہ مصحف کی صورت میں تھا بلکہ متفرق طور پر پتھر کی تختیوں، چمڑے کے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں اور چوڑی ہڈیوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا۔[5]

عہد رسالت ﷺ میں ایک نسخہ تو وہ تھا جو نبی اکرم ﷺ کے پاس تھا۔ اس کے علاوہ صحابہؓ نے خود اپنے نسخے بھی تیار کر رکھے تھے۔ جن صحابہؓ کے پاس اپنے لکھے ہوئے مصاحف تھے ان میں حضرات عبداللہ بن مسعودؓ، علیؓ، عائشہؓ، ابی بن کعبؓ، عثمان بن عفانؓ، تمیم الداریؓ، ابوالدرداءؓ، ابوایوب انصاریؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبادہ بن صامتؓ، اور زید بن ثابتؓ شامل ہیں۔

---

4 - القرآن: ۱۹/۷۵۔

5 - شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی، **مناہل العرفان فی علوم القرآن** (لاہور-پاکستان: مکتبہ رحمانیہ، خضر جاوید پرنٹرز، س،ن)، ۲۳۹۔

قرآن کریم کی طرح وحی غیر متلو یعنی احادیثِ نبوی ﷺ کو بھی محفوظ رکھنے کا خاص اہتمام کیا گیا اور ان کو روایت کرنے کی تاکید کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَدِّثُوْا عَنِّيْ [6]

میری باتیں دوسروں تک پہنچاؤ۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئاً فَلْيُبَلِّغْهُ كَمَا سَمِعَ [7]

حدیث کی کتابت بھی عہدِ نبوی میں شروع ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے مختلف حکمرانوں کو جو خطوط لکھے وہ مکتوب شدہ تھے۔ انہی خطوط میں ایک خط شاہِ مصر مقوقس کے نام لکھا گیا تھا۔ گذشتہ صدی میں یہ خط ایک گرجا سے دریافت ہوا ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ اس کی تحریر بعینہ وہی تحریر ہے جو محدثین نے اپنی روایات میں نقل کی ہے۔ اسی طرح کئی اور سرکاری خطوط، حکم نامے اور خطبات وغیرہ لکھوائے گئے جن میں سے کئی ایک دریافت ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام سے رسول اللہ ﷺ کے فرامین وارشادات کی کتابت کرنا بھی ثابت ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا صحیفۂ حدیث (جس میں زکاۃ کے احکامات تھے [8]) کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا صحیفہ صادقہ وغیرہ بھی موجود تھے۔

اسلام میں اصولِ نقل روایت

اسلام کے اصولِ روایت نہایت قیم اور مربوط ہیں۔ ان اصولوں کی پاسداری کے بعد یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی من گھڑت روایت اسلامی ذخیرہ علم میں داخل ہو کر درجہ اعتبار واستناد حاصل کر لے۔ جیسا کہ بائبل میں دیکھا جا سکتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال کے ساتھ دیگر لوگوں کے اقوال کو خلط ملط کر دیا گیا اور دونوں کو ایک ہی وزن اور ایک ہی جیسی اہمیت دی جاتی ہے۔ حالانکہ لوگوں نے اپنی طرف سے باتیں لکھ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیں۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو اس بات کا شدت کے ساتھ احساس تھا کہ کہیں اس امت میں بھی یہ خرابی پیدا نہ ہو جائے۔ اس لیے آپ ﷺ کی احادیث کو نقل کرنے میں حد درجہ کی احتیاط

6 - مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الزھد والرقائق، باب التثبیت في الحدیث، وحکم کتابۃ العلم، رقم: ۳۰۰۴۔

7 - سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن ابی داؤد**، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم (ریاض۔ سعودی عرب: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ۲۰۱۵)، رقم: ۳۶۶۰۔

8- امام بخاری نے کتاب الجہاد میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ملحوظِ خاطر رکھی گئی اور ایسے اصول وضع کیے گئے جو نہایت سخت اور بے لچک ہیں۔ چنانچہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی جھوٹی اور من گھڑت روایت ان اصولوں کی چھاننہ سے گزر کر صحیح ثابت ہو جائے۔

اسلام کے اصول روایت کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ اس مختصر مقالہ میں ان سب کا احاطہ امرِ محال ہے۔ ذیل میں کچھ چنیدہ اصولوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

1. تمسک بالصدق

اسلام میں سچائی کو زندگی کے ہر میدان میں نہایت اہمیت حاصل ہے اور اسلامی معاشرہ میں جھوٹ کو اس قدر ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کہ جھوٹے شخص کی گواہی قبول کی جاتی اور نہ ہی اس کی کوئی روایت قابلِ استناد ٹھہرتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جھوٹ بولنے کے بارے میں اور خصوصاً روایتِ حدیث میں جھوٹ یا اس میں جھوٹ کو گڈ مڈ کرنے کے بارے میں نہایت سخت وعید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[9]

جو کوئی میرے متعلق قصداً کوئی جھوٹ بیان کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

نقلِ روایت میں صداقت کا اہتمام بنیادی اسلامی اصولوں میں سے ایک ہے۔ چنانچہ محدثین نے اس اصول کا اس قدر التزام کیا ہے کہ اس شخص کی روایت کو بھی قابلِ استناد نہیں سمجھا جس پر محض جھوٹ کا اتہام ہو۔ چنانچہ صحیح روایات کے جملہ ذخیرہ کے تمام راوی اس عیب سے پاک ہیں۔

2. سند کا اہتمام

علوم اسلامیہ میں نقلِ روایت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ احادیث نبوی ﷺ کو صحیح حالت میں اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے اسلاف نے نقل روایت میں سند کے اہتمام کی پابندی عائد کی گئی۔ اور سنی سنائی باتوں کو آگے نقل کرنے اور انہیں قبول کرنے کا راستہ بالکل بند کر دیا گیا۔ چنانچہ سنی سنائی بات کو آگے نقل کرنے والے کو بھی جھوٹا قرار دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ[10]

9- محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح بخاری**، کتاب الجنائزہ، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت (ریاض- سعودی عرب: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ۲۰۱۵)، رقم: ۳۶۶۰۔

10- مسلم، **الجامع الصحیح**، المقدمۃ، باب النھي عن الحدیث بکل ما سمع، رقم: ۵۔

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات سنے (بدون تحقیق) آگے نقل کردے۔

کائنات میں موجود جملہ علوم کی تاریخ میں یہ امتیاز مسلمانوں کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے نبی مکرم ﷺ کے ارشاداتِ گرامی اور افعال مبارکہ کو نقل کرنے کے لیے ایسے اصول وضع کیے جن کی مثال کسی دوسرے مذہب یا کسی دوسرے علم میں نہیں ملتی۔ تاریخ میں یہ منفرد اور جداگانہ اصول ہے کہ محدثین نے احادیث کو قبول کرنے کے لیے سند کی شرط لگائی۔ چنانچہ حدیث جن جن واسطوں سے ان تک پہنچی ان کا معلوم ہونا ضروری قرار دیا۔ اگر کسی حدیث کی سند میں کسی راوی کا نام معلوم نہیں ہے تو ایسی سند کو ''منقطع'' قرار دے کر نا قابلِ اعتماد قرار دے دیا جاتا ہے۔

راوی کی حیثیت

محدثین کے نزدیک کسی روایت کے مقبول ہونے کے لیے سند کا صرف مکمل اور مربوط ہونا ہی کافی نہیں بلکہ راویوں کا اخلاق و کردار، عرف و عادات اور ضبط و عدالت سمیت متنوع پہلوؤں سے قابلِ اعتماد ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ محدثین عموماً ثقہ راوی کے لیے درج ذیل ۴ شرائط بیان کرتے ہیں۔

1. اسلام

راوی کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ مسلمہ اصول ہے کہ غیر مسلم کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

2. تکلیف

راوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عاقل اور بالغ ہو۔ وہ بچہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ بعض محدثین پانچ سال کے بچے کی روایت کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن اس میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ روایت کسی واقعے پر مبنی ہو نہ کوئی ایسی روایت جس سے کوئی شرعی حکم مستنبط ہوتا ہو۔

3. ضبط

اس سے مراد روایت کو احتیاط سے سننا اور اس کے لفظ بہ لفظ اسی احتیاط سے آگے بیان کرنے کی صلاحیت ہے۔ اگر کسی راوی سے نقل حدیث کے علاوہ بھی یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اپنی روزمرہ کے کام کاج میں بھول جاتا ہے تو اس کی روایت قابلِ قبول نہ ہوگی۔

4. عدالة

یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ راوی متقی ہو اور روزمرہ کے معاملات میں لوگ اس پر کتنا اعتماد کرتے ہیں۔

چنانچہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ روایت کی سند مربوط ہے اور اس کے تمام تر راوی قابلِ اعتماد اور قوی حافظے والے (ثقہ) ہیں، ایک اور علم (اسماء الرجال) کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس ضرورت کے تحت علمائے امت نے حدیث روایت کرنے والے لوگوں کے تمام ضروری حالاتِ زندگی قلمبند کر دیے۔ کوئی راوی کب اور کہاں پیدا ہوا؟ کب اور کہاں وفات پائی؟ کن کن شیوخ سے حدیث کی سماعت کی؟ کن کن شیوخ سے اپنی زندگی میں ملا؟ اخلاق و کردار کیسا تھا؟ مشاغل کیا تھے؟ حافظہ کیسا تھا؟ شاگرد کون تھے اور ہم زمانہ لوگوں کی اس کے بارے میں کیا رائے تھی؟ یہ سب کچھ تحریر کر دیا گیا۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ معترضین بھی جس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس حوالے سے سید سلیمان ندوی مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر کا یہ اقتباس نقل کرتے ہیں:

> کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری، نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے[11]

3. فنِ جرح و تعدیل

کسی راوی کی روایت کو کس بنا پر قبول یا رد کیا جائے؟ کون یہ فیصلہ کرے گا؟ خود فیصلہ کرنے والے کے اندر کیا کیا صفات ہونی چاہیں؟ اگر فیصلہ کرنے والوں کی رائے مختلف ہو جائے تو کس کی رائے معتبر ہو گی؟ ان امور کے لیے ایک اور فن کی بنیاد رکھی گئی جسے جرح و تعدیل کا نام دیا گیا۔ اس پر دقیق بحثیں اور طویل کتابیں تالیف کی گئیں۔ محدثین نے ان اصولوں کو وضع کرنے میں ایسی بے لاگ دیانت داری سے کام لیا کہ کسی کی جاہ و منصب، تعلّقات اور مال و دولت کی پرواہ نہ کی۔ جس شخص میں کوئی ذرا سا عیب دیکھا اس کا برملا اظہار کیا۔

4. متن اور ترجمہ و تاویل

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی زبان جس علاقے اور جس تہذیب و ثقافت میں پروان چڑھتی ہے اس پر اس کے اثرات ضرور ہوتے ہیں۔ انسان اپنے ذہن میں موجود افکار اور مشاہدات کو زبان کا لبادہ پہنا کر دوسروں

11- سید سلیمان ندوی، **خطباتِ مدراس** (لاہور: ادارہ مطبوعاتِ طلبہ، ۱۹۹۵)، ۴۵-۴۶۔

کے سامنے پیش کرتا ہے۔ چونکہ انسان کے تصورات اور مشاہدات علاقے اور تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔اس لیے مختلف زبانوں میں اس کا اظہار بھی مختلف ہوتا ہے۔ایک قدرتی مظہر جو ایک مخصوص علاقے میں وقوع پذیر ہوتا ہے اور دوسرے علاقے کو لوگ اس سے نابلد ہیں تو اس علاقے کے لوگوں کے پاس اس کو بیان کرنے کے الفاظ نہیں ہوں گے۔اسی طرح محاورہ جات اور روز مرہ کے استعمال کے الفاظ بھی مختلف ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایک زبان کا دوسری زبان میں بالکل ہو بہو ترجمہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔اصل متن کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسلامی روایت میں قرآن وحدیث کے متن کو ہو بہو برقرار رکھنے کے لیے اصول وضع کیے گئے ہیں۔قرآن کریم تو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس کا ایک ایک حرف وہی ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا۔اس میں آج تک ایک حرف کی بھی تبدیلی نہیں ہو سکی۔اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی رواۃ نے اس قدر احتیاط سے کام لیا ہے کہ اگر انہیں کہیں پر شک ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے یہ لفظ ارشاد فرمایا تھا یا اس کے ہم معنی دوسرا تو دونوں ہی الفاظ نقل کر دیے۔

مسیحی اصولِ نقل روایت

مسیحیت اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ مذہب اصلاً ایک عالمگیر مذہب تھا یا نہیں؟ اور سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام نے اس کی دعوت کو ساری دنیا تک پہنچانے کا حکم دیا تھا یا نہیں؟اس کے پیروکاروں نے اس کو ایک عالمگیر مذہب بنایا اور اس کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ مسیحیت کی بنیاد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال اور آپ کے افعال ہیں۔ بائبل کے نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ان میں بارہ لوگوں کو جنابِ مسیح علیہ السلام اپنی خاص مشیر بنایا جن کو مسیحی روایت میں 'رسول'[12] کہا جاتا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ایک عالمی دعوت ہونے کے ناطے آپ کے پیروکاروں اور بالخصوص بارہ حواریوں کی یہ ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے احوال کو قلمبند کریں،احوال کو ضبطِ تحریر میں لا کر آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ بنائیں۔

-12 انگریزی میں لفظ Apostle ہے۔ جس کا ترجمہ رسول یا پیغمبر یا قاصد ہی بنتا ہے۔انجیل مقدس کے اردو تراجم میں اس کا ترجمہ رسول سے ہی کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں وہ رسول مراد نہیں ہے جو اسلام میں ہے۔ یہاں رسول لغوی معنی میں لیا گیا ہے۔ مسیحی روایت میں اس سے مراد وہ 12 اشخاص ہیں جن کی سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔اس مقالے میں ہم بھی اس کا ترجمہ 'رسول' سے ہی کریں گے لیکن اس کو بین القوسین لکھا جائے گا۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر جناب محمد ﷺ کے اقوال و افعال کو قلمبند کرنے کے لیے کیا اہتمام کیا۔ آئندہ سطور میں ہم انہی اصولوں کا تقابل مسیحی نقلِ روایت کے اصولوں سے کرتے ہیں۔

تدوینِ انجیل کا تحقیقی جائزہ

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے 'رسولوں' کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر قوم تک اس دعوت کو پہنچائیں اور ان کو مسیح علیہ السلام کے فرامین کی ان کو تبلیغ کریں۔ انجیلِ متی میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ جی اٹھنے کے بعد اپنے شاگردوں پر ظاہر ہو کر فرماتے ہیں:

> پھر عیسیٰ نے ان کے پاس آ کر کہا، ''آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دے دیا گیا ہے۔ اس لئے جاؤ، تمام قوموں کو شاگرد بنا کر انہیں باپ، فرزند اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور انہیں سکھاؤ کہ وہ ان تمام احکام کے مطابق زندگی گزاریں جو میں نے تمہیں دیئے ہیں۔ اور دیکھو میں دنیا کے اختتام تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔[13]

مسیحی روایت کا سب سے بنیادی مصدر انجیل ہے۔ اسلام کے مطابق انجیل اللہ رب العالمین کی جانب سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی ہدایات کا نام ہے۔ جبکہ مسیحی سکالرز کے ہاں انجیل اس کے بالکل بر عکس چیز ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کے مطابق انجیل عہد نامہ جدید میں موجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری پر مشتمل پہلی چار کتابوں کو اناجیل کہا جاتا ہے۔ ان اناجیل میں بھی زیادہ تر تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر موت تک[14] اور پھر اوپر اٹھائے جانے تک کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی جانے والی ہدایات تو نہیں ہیں۔ ہاں ان اناجیل میں کچھ مقامات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال بیان کیے گئے ہیں لیکن یہ چند صفحات سے زیادہ نہیں ہیں۔ جس میں سب سے مشہور پہاڑی کا خطبہ (Sermon on the Mount) ہے۔ ان اقوال کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان میں اللہ کی طرف سے دی جانے والی وہ ہدایات موجود ہوں جن کو قرآن نے انجیل سے تعبیر کیا ہے۔ عالمگیر

13 - متی:۱۸:۲۸-۲۰ (لاہور: پاکستان: مکتبہ جدید پریس، ۲۰۰۹ء)، ۵۷۔

14- موت کا لفظ مسیحی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر بیان کیا گیا ہے۔ مسیحی نقطۂ نظر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کو دفن کیا گیا۔ پھر بعد میں ان کے جسم کو اوپر اٹھا لیا گیا تھا۔ اسلام کی رو سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ وہ ابھی تک زندہ ہیں۔

مذہب کی اساسی شخصیت جس نے اپنی زندگی کے 35 سال اس دنیا میں گزارے، ہزاروں حواری ہونے کے باوجود اس کے اقوال وافعال کو مرتب نہ کیا جانا ایک لمحہ فکریہ ہے۔

لیکن اہم بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی انجیل عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں قلم بند نہ کی گئی۔ بلکہ یہ آپؑ کے حواریوں نے زبانی اگلی نسل تک منتقل کیں۔ سب سے پہلی انجیل جو وجود میں آئی وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے 66 سال بعد لکھی گئی۔(15) لیکن یہ سینہ بہ سینہ منتقلی قرآن کی تحفیظ جتنی معتبر نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اناجیل کے روایت میں ایک ہی واقعے سے متعلق مختلف الفاظ، مختلف تفاصیل ملتی ہے۔ جہاں کہی جگہوں پر نامعلوم راوی ہیں، کہیں صرف نام موجود ہیں لیکن ان کے حالاتِ زندگی کے بارے میں علم نہیں۔ ان کی شخصیت کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ وہ معتبر تھی یا نہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مسیحیوں کے ہاں انجیل کا نظریہ اسلام سے بالکل مختلف ہے۔ ان کے ہاں انجیل ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہاالسلام کی زندگی کے واقعات اور ان کے کچھ اقوال موجود ہوں۔ لہذا وہ انجیل جو اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے احکامات وہدایات کے طور پر نازل کی تھی وہ تو سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ تدوین انجیل کی تفصیلات میں خود مسیحی سکالرز کے درمیان اس قدر اختلاف ہے کہ کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا ناممکن ہے۔ ان اختلافات کی چند مثالیں ذکر کرنے کے بعد ہم اس مقالے کے لیے معلومات اخذ کرنے اصول بیان کرتے ہیں۔

مسیحی روایت کے مطابق اناجیل کی تعداد تقریباً 50 تھی۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ نے حواریوں میں سے یا ان حواریوں کے شاگردوں میں سے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی زندگی کے احوال اور آپ کی ہدایات کو قلم بند کیا ان کتابوں کو اناجیل کہا جاتا ہے۔ بعض سکالرز کے مطابق ان میں سے چھ یا سات اناجیل 'رسولوں' نے تحریر کیں۔ لیکن یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ انہوں نے ہی تحریر کیں کیونکہ اس کے لیے اکثر نسبت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حتی کہ متی اور یوحنا کی اناجیل جن کو بائبل میں شامل کیا گیا، ان کے بارے میں بھی سکالرز کی ایک خاصی تعداد موجود ہے[16] جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اناجیل متی اور یوحنا نے نہیں لکھیں بلکہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ سب سے پہلی انجیل جو لکھی گئی وہ مرقس کی انجیل ہے۔ اور یہ

15. Perkins, Pheme, "**The Synoptic Gospels and the Acts of the Apostles: Telling the Christian Story**" In Barton, John (ed.). The Cambridge companion to biblical interpretation. (Westminster John Knox Press, 1998). ISBN 978-0-521-48593-7.
16. Among these include D. A. Carson, J. Warner Wallace, D. A. Hagner, Donald Senior and Danial B. Wallace.

الگ بات ہے کہ مرقس کے اس انجیل کے مؤلف ہونے میں بھی اختلاف ہے اور اس کی تالیف کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ انجیل 66 سے 74 بعد از مسیح میں لکھی گئی۔[17] اگر یہ بات مان لی جائے تو بھی عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے احوال ان کے دنیا سے پردہ فرمانے کے کم از کم 66 سال بعد قلم بند کیے گئے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ مرقس جن کی طرف پہلی لکھی جانے والی انجیل کی نسبت کی جاتی ہے[18]، انہوں نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حیات نہیں دیکھی تھی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سینٹ پال کے اسسٹنٹ تھے۔ اور سینٹ پال بھی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تو دیکھی تھی لیکن ان کی حیات میں وہ ان کے بدترین دشمن تھے۔ اور ان کے حواریوں کے سزائیں دلوانا اور ان کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے روکنے میں پیش پیش تھے۔[19] پھر ان کے جانے کے بعد ایک معجزہ پیش آیا جس کا کوئی عینی شاہد بھی موجود نہیں ہے۔ اس معجزے نے پال کو مسیحیت کا سب سے زیادہ اہم شخصیت سینٹ پال بنادیا۔ ''شاہراہِ دمشق کے مشاہرے'' کے نام سے موسوم سینٹ پال کے ساتھ پیش آنے والے اس معجزے کی تفصیلات میں بھی سکالرز میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سکالرز کے درمیان اختلافات کی یہ فہرست بہت طویل ہے جس کا احاطہ ناممکن ہے۔ الغرض دنیا کے سب سے بڑے مذہب عیسائیت کے بانی سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سوانح حیات اور ان کے اقوال پر اگر قلم اٹھائی جائے تو چند صفحات سے زیادہ نہیں لکھی جاسکتی۔ اور ان معلومات کی جناب سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تک کوئی معتبر سند موجود نہیں ہے۔

ان اختلافات کو بیان کرنے کا مقصد ان کا تجزیہ کر کے کوئی نتیجہ اخذ کرنا نہیں۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ زیر نظر مقالے میں ہم ان متنازعہ امور میں سے کون سا موقف لے کر اس کا اسلامی اصولوں سے تقابل کریں گے۔ اس مقالے میں صحیح یا غلط کو چھوڑ کر ہم اس موقف کو لیں گے جو مسیحیت کے لیے موزوں تر

17- Hans Leander, **"Discourses of Empire: The Gospel of Mark from a Postcolonial Perspective"** (Society of Biblical Literature, Atlanta: 2013). ISBN 978-1-58983-889-5.

18 - خود مسیحی سکالرز میں بھی اس بات کا اختلاف ہے کہ آیا یہ کتاب مرقس نے لکھی ہے یا نہیں۔ سکالرز کی ایک خاصی تعداد کی رائے یہ ہے کہ یہ کتاب مرقس نے خود تصنیف نہیں کی بلکہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو:
Sanders, E. The Historical Figure of Jesus. (Penguin UK:1995), 97.

19- English Standard Version, Acts, 9:2.

ہے۔ مثلاً اس بحث سے درکنار کہ آیا متی اور یوحنا کی طرف منسوب کی گئی اناجیل ان انہوں نے لکھیں یا نہیں ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ انہوں نے ہی یہ اناجیل لکھی ہیں کیونکہ یہ موقف خود مسیحیت کے لیے موزوں تر ہے۔ پھر ہم درج بالا سطور میں بیان کیے گئے اسلامی اصولوں کے مطابق ایک ایک کر کے مسیحی اصولوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو سچائی اور ایمان داری اور راست بازی سے کے ساتھ زندگی گزارنے کی تعلیم دی۔ بائبل کے عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید میں ہمیں جو تضادات یہ واقعات کی مختلف فیہ تفصیلات ملتی ہیں ان کو سامنے رکھ کر سیدنا مسیح علیہ السلام کے شاگردوں پر جھوٹ کا الزام نہ بھی لگایا جائے تو کم از کم تساہل کا الزام ضرور لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جب سیدنا مسیح علیہ السلام نے فرمایا دیا تھا کہ یہ شریعت اور گذشتہ نبیوں کی باتیں تا قیامت قائم رہنے والی ہیں تو پھر یا تو ان تعلیمات کو ماورائی طریقے سے محفوظ رہنا تھا، یا آپ علیہ السلام کے پیروکاروں نے ہی اس کی حفاظت کرنی تھی۔ اگر تو اس کے لیے کوئی خدائی انتظام موجود تھا تو پھر اس میں تضادات کیوں رونما ہوئے؟ اور اگر پیروکاروں نے محفوظ رکھنے کا اہتمام کرنا تھا تو پھر یقیناً وہ اس کو جنابِ مسیح علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں یا زیادہ سے زیادہ ان کے وفات کے فوراً بعد ایک متفقہ صحیفے کے طور پر مرتب نہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

چوتھی صدی بعد از مسیح تک عیسائیت کے کئی ایک فرقے وجود میں آچکے تھے۔ اناجیل اور دیگر مذہبی کتابوں کے بے شمار مختلف فیہ نسخے موجود تھے۔ اس دور میں مسیحیت کے لیے ایک بڑا چیلنج متفقہ مذہبی نسخے کا انتخاب تھا۔ 397ء میں ساؤتھ افریقہ میں سینٹ آریلیوس کی سرکردگی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں 39 بشپ شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کا مقصد متفقہ صحیفے کی تیاری کے اصول مرتب کرنا اور ان کی بنیاد پر مسیحیت کو ایک متفقہ صحیفہ دینا تھا۔ اس کونسل کے وضع کردہ اصول کچھ یوں تھے۔

- 'رسولوں' کی تالیف کردہ کتابوں کو سب سے زیادہ ترجیح دی جائے گی۔ اس کے بعد ان کے شاگردوں کی تالیفات کو جن کا براہ راست 'رسولوں' سے تعلق تھا۔
- اس کتاب کی تعلیمات 'رسولوں' کی تعلیمات کے عین مطابق ہونی چاہیے۔ 'رسولوں' کے تعلیمات کے خلاف تعلیمات پر مبنی کتاب ہو مسترد کردیا جائے گا۔
- اس کتاب کو ترجیح دی جائے گی جس کے مسیحی دنیا میں زیادہ مقبولیت حاصل ہوگی۔
- چرچ کے بشپ اور پادری کتاب کے انتخاب کے اہل ہوں گے۔

- کتاب کی تعلیمات اولین دور کے چرچ کی تعلیمات کے مطابق ہوں۔

عہد نامہ جدید کے دیگر کتابوں سے صرفِ نظر کر کے ہم صرف اناجیل پر بات کرتے ہیں۔ کم و بیش پچاس اناجیل میں سے چھ یا سات اناجیل ایسی ہیں جن کو لکھنے والے 'رسول' تھے۔ متذکرہ بالا اصول کے مطابق ان تمام کتابوں کو عہد نامہ جدید میں شامل کیا جانا چاہیے تھے۔ لیکن در حقیقت صرف دو 'رسولوں' متی اور یوحنا کی اناجیل کو شامل کیا گیا۔ ایک طرف یہ اصول وضع کیا گیا کہ کتابوں کی تعلیمات رسولوں کی تعلیمات کے مطابق ہونی چاہیے۔ دوسری طرف خود 'رسولوں' کی کتابوں کو ہی عہد نامہ جدید سے خارج کر دیا گیا۔ ایک طرف یہ اصول وضع کیا گیا کہ چرچ کے پادری اور بشپ کتاب کے انتخاب کے اہل ہوں گے جبکہ دوسری طرف کتاب کی عام مقبولیت کو معیار قرار دیا گیا۔

یہاں ایک اور اہم بات سمجھنے کی یہ ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے بے شمار تعلیمات اور آپ کی زندگی کے کئی ایک واقعات اور ان کی تفصیلات ہمیں غیر منظور شدہ اناجیل میں ملتی ہیں۔ یہ ماننے کے باوجود کہ ان کی تعلیمات میں صداقت کا عنصر موجود ہے صرف اس وجہ سے عہد نامہ جدید میں قبول نہ کیا گیا کہ ان کو قبولیتِ عام حاصل نہیں ہے۔

جس دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اس وقت اس علاقے میں ارامی زبان بولی جاتی تھی۔ آپ کی تعلیمات بھی اسی زبان میں تھیں۔ لیکن یہ مسیحی روایت میں یہ مانا جاتا ہے کہ اناجیل اصلاً یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ یعنی نامعلوم وجوہات کی بنا پر یا تو 'رسولوں' نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کو ان کی اصل زبان میں لکھنے کا اہتمام نہ کیا، یا پھر لکھی تو گئیں لیکن اصل آرامی زبان کی انجیل بالکل ہی ناپید ہو گئی۔

نتائج:

1. حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن و حدیث کو اپنی حیات مبارکہ میں قلم بند کروانے کا اہتمام فرمایا۔ آپ کی حیات مبارکہ میں مکمل قرآن تحریری صورت میں لکھ دیا گیا جس کے ایک سے زیادہ صحیفے موجود تھے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے شاگردوں کو اپنے فرامین دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا جس کا اولین تقاضہ یہ تھا کہ ان کو محفوظ کیا جائے۔ لیکن شاگردوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں اس کا اہتمام نہ کیا۔ پہلی تحریر جو لکھی گئی وہ بھی آپ کی وفات کے تقریباً ستر سال بعد لکھی گئی۔

2. مسلمانوں نے روایت کو محفوظ رکھنے کے لیے سند کا اہتمام کیا اور اس کو نقل کرنے والے راوی کی زندگی کے تمام احوال علم اسماء الرجال کے تحت محفوظ کر لیے گئے۔ جہاں کسی راوی کا کردار مشکوک معلوم ہوا اس کی بیان کی گئی حدیث پر بھی اسی تناسب سے حکم لگا دیا۔ لہٰذا جو احادیث صحیح ہیں ان کی صحت میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے برعکس وہ انجیل جس کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا گیا وہ تو مسیحیوں نے ہاں سرے سے ناپید ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور سوانح حیات جو اناجیل کی صورت میں لکھی گئی ہیں ان کے سند اس قدر غیر یقینی ہے کہ ان کے مصنفین تک کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ انہوں نے لکھی۔ اگر انہوں نے لکھی بھی تو وہ مصنفین کیسی شخصیت کے مالک تھے؟ ان کا اخلاق کیسا تھا؟ کیا ان سے کبھی جھوٹ، کذب یا ایسے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوئے؟ کیا وہ اس قدر قوی الضبط تھے کہ 70 سال گزر جانے کے بعد وہ انجیل تحریر کریں اور اس میں کسی غلطی کی گنجائش موجود نہ ہو؟ یہ ایسے سوالات ہیں جس کا جواب دینا مسیحیت میں ملنا ناممکن ہے۔

3. مسلمانوں نے احادیثِ نبوی ﷺ کے کھو جانے کے ڈر سے ان روایات کو بھی محفوظ جو ضعیف تھیں۔ حتیٰ کہ من گھڑت روایات کو بھی محفوظ رکھا گیا تاکہ کہیں ان موضوع احادیث کی آڑ میں کہیں کوئی ایسی بات ضائع نہ ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ نے حقیقت میں کہی ہو۔

4. قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ عربی زبان میں نازل ہوئیں اور ان کو اسی زبان میں ہو بہو نقل کر دیا گیا۔ معنوی رد و بدل تو درکنار اگر الفاظ میں بھی کسی کو اشکال ہوا تو اس کو بھی بیان کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی بلکہ واضح طور پر بتا دیا کہ یہاں آپ ﷺ نے یہ لفظ فرمایا تھا یا یہ لفظ۔ وہی عربی زبان جو عہدِ نبوی میں بولی جاتی تھی اور جس زبان میں قرآن کریم نازل ہوا تھا، آج تک دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ بہت سی زبانوں میں قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کے تراجم ہو چکے ہیں لیکن ان کو کبھی بھی اصل عربی متن کے برابر درجہ نہیں دیا گیا۔ جہاں کہیں کسی بات میں شک ہو عربی متن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان آرامی تھی۔ جبکہ اناجیل کا سب سے پرانا متن جو میسر ہے وہ یونانی زبان میں ہے۔ پھر دیگر زبانوں مثلاً عربی، انگلش اور اردو وغیرہ میں یونانی زبان سے ترجمہ کیا گیا جو خود ہی ترجمہ شدہ ہے۔

اسلام کیونکہ رہتی دنیا تک کے لیے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اس کی تعلیمات قرآن و حدیث کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرمایا۔ خود نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور دیگر اسلاف نے قرآن و حدیث کو محفوظ کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ اپنی صلاحیتوں کو صرف کیا۔ اصول و قوانین وضع کیے۔ نئے علوم و فنون کی بنیاد ڈالی جن کی اساس سچائی اور ایمانداری تھی۔ یہ انہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج قرآن و حدیث اپنی اصلی حالت میں ہم تک پہنچا ہے۔ جس پر کم از کم امتِ مسلمہ متفق ہے۔ غیر مسلم سکالرز جنہوں نے قرآن و حدیث کی صحت پر کلام کیا ہے۔ ان کے اعتراضات ایسے ہیں کہ کوئی سلیم الفطرت اور غیر جانبدار انسان ان اعتراضات کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔

دوسری طرف مسیحیت میں دیکھا جائے تو نقل روایت کا اہتمام سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ سیدنا عیسی علیہ السلام کے اقوال و افعال کو نہ تو ان کے دور میں قلمبند کیا گیا اور نہ ہی ان کے حواریوں کے دور میں۔ بعد میں جو زبانی روایات چلیں ان میں اتنا زیادہ تضاد ہے کہ مؤرخین یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کیا واقعی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی کوئی شخصیت تاریخ میں موجود تھی یا افسانہ نگاروں نے آپ سے گڑھ لی ہے۔

مسیحی لٹریچر پر یہ اعتراضات مسلمانوں کو کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہ اعتراضات خود ان کے اپنے سکالرز کے ہاں موجود ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مغربی مفکرین جن کے سامنے بائبل کی مثال موجود ہے وہ قرآن کریم کو بھی اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جیسے بائبل انسانوں نے تصنیف کی اسی طرح قرآن بھی محمد ﷺ کی تصنیف ہے۔ اور حدیث کے بارے میں بھی طرح طرح کے اعتراضات کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کے تمام اعتراضات بے بنیاد ہیں اور مسلمانوں علماء نے ان تمام اعتراضات کا علمی رد کیا ہے۔

اسلام میں وضع کیے گئے علم روایت اور اسماء الرجال اور فن جرح و تعدیل کی بنیاد پر مسیحی لٹریچر کو پرکھا جائے تو شاید چند جملے بھی اس سانچے سے نہ نکل سکیں۔

Bibliography

1. Al-Qur'ān
2. Maḥmūd aṭ-Ṭaḥān, Taysīr Muṣṭalaḥ al-Ḥadīth (Karāchī-Pākistān: Maktabah al-Bashīrāh, 2012
3. Muslim bin Ḥajjāj Qashīrī, al-Jāmiʿ aṣ-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Jannah wa Ṣifah Naʿīmihā wa Ahlihā, Bāb aṣ-Ṣifāt allatī Yuʿrafu bihā fī al-Dunyā Ahl al-Jannah wa Ahl an-Nār (Riyāḍ as-Saʿūdīyah: Dār al-Ḥadārah lil-Nashr wa at-Tawzīʿ, 2015
4. Shaykh Muḥammad ʿAbd al-ʿAẓīm Zarqānī, Manāhil al-ʿIrfān fī ʿUlūm al-Qur'ān (Lāhōr-Pākistān: Maktabah Raḥmānīyah, Khadr Jāvid Printers,
5. Sulaymān bin Ashʿath as-Sijistānī, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-ʿIlm, Bāb Faḍl Nashr al-ʿIlm (Riyāḍ as-Saʿūdīyah: Dār al-Ḥadārah lil-Nashr wa at-Tawzīʿ, 2015
6. Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Janā'izah, Bāb Mā Yakrah min an-Nīyāḥah ʿalá al-Mayyit (Riyāḍ as-Saʿūdīyah: Dār al-Ḥadārah lil-Nashr wa at-Tawzīʿ, 2015
7. Sayyid Sulaymān Nadwī, Khutabāt-i Madrasah (Lāhōr: Īdārah Maṭbūʿāt-i Ṭalabah, 1995
8. Mattī: 28/18-20 (Lāhōr-Pākistān: Maktabah Jadīd Press, 2009
9. Perkins, Pheme, "**The Synoptic Gospels and the Acts of the Apostles: Telling the Christian Story**" In Barton, John (ed.). The Cambridge companion to biblical interpretation. (Westminster John Knox Press, 1998). ISBN 978-0-521-48593-7.
10. Among these include D. A. Carson, J. Warner Wallace, D. A. Hagner, Donald Senior and Danial B. Wallace.
11. Hans Leander, **“Discourses of Empire: The Gospel of Mark from a Postcolonial Perspective”** (Society of Biblical Literature, Atlanta: 2013). ISBN 978-1-58983-889-5.
12. Sanders, E. The Historical Figure of Jesus. (Penguin UK:1995